© rasailojaraid.com

امام لیث بن سعدؒ

تحریر: عبدالرشید عراقی

زمرۂ تبع تابعین میں امام لیث بن سعدؒ اپنے تبحر علمی، تفقہ فی الدین، عدالت و ثقاہت، حفظ وضبط، ذکاوت و فطانت، امانت و دیانت، تقویٰ و طہارت، زہد و ورع، تواضع و مہمان نوازی اور سخاوت و فیاضی کے اعتبار سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ ان کے علم و فضل اور تمام علومِ اسلامیہ میں صاحب کمال ہونے کا ان کے معاصرین، اساتذہ اور تلامذہ نے اعتراف کیا ہے۔ حدیث اور فقہ میں اُن کو کمال حاصل تھا۔ حدیث میں ان کے تبحر علمی کا نامور ائمہ حدیث نے اعتراف کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:

''لیث بن سعد کثیر العلم اور صحیح الحدیث تھے۔ اور مصر میں صحیح احادیث کی روایت اور ان کے حفظ و اتقان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا''۔

ائمہ محدثین اور تذکرہ نگاروں نے ان کو ثقہ و ثابت لکھا ہے۔

امام لیث کو فقہ میں بھی عبورِ کامل تھا اور ضرورت کے مطابق کتاب و سنّت سے اجتہاد کرتے تھے۔ ان کے زمانہ میں عراق میں امام ابوحنیفہؒ اور شام میں امام اوزاعیؒ کے مجتہدات کا چرچا تھا اور حجاز میں امام مالکؒ کے تفقہ و اجتہاد کا غلغلہ بلند تھا۔ مصر کی سرزمین میں کوئی ممتاز مجتہد پیدا نہیں ہوا تھا۔ امام لیث بن سعد کے وجود سے یہ کمی پوری ہوگئی۔ ان میں پورا ملکۂ اجتہاد موجود تھا۔ تفقہ و اجتہاد میں ان کا جو مرتبہ و مقام تھا اس کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں:

''امام لیث بن سعد امام مالک سے زیادہ فقیہہ تھے، لیکن ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کر دیا''۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''جس طرح امام مالک کے تلامذہ نے فقہ مالک کی تدوین کی، امام لیث بن سعد کے تلامذہ نے ان کی فقہ کی نہیں کی۔''(۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے علوم میں بھی امام لیث کو یدِ طولیٰ حاصل تھا اور تمام علوم میں ان کو یکساں قدرت حاصل تھی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ بن بکیر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

> ''میں نے امام لیث بن سعد سے زیادہ جامع آدمی نہیں دیکھا۔ وہ مجسم فقیہہ تھے۔ ان کی زبان خالص عربی تھی' قرآن نہایت عمدہ پڑھتے تھے' نحو میں بھی درک تھا اور اشعارِ عرب اور حدیث کے حافظ تھے' گفتگو بڑے عمدہ پیرائے میں کرتے تھے۔''(۲)

روزمرہ کے معمولات

امام لیث بن سعد نے اپنی زندگی بڑی مصروف گزاری۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام لیث نے دن کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ روزانہ ان کی چار مجلسیں ہوتی تھیں۔ پہلی مجلس حکومت و ارکانِ حکومت کی ضروریات کے لئے مخصوص ہوتی تھی۔ دوسری مجلس میں وہ تشنگانِ حدیث نبویؐ کی پیاس بجھاتے تھے۔ تیسری مجلس ان لوگوں کی ہوتی تھی جو اُن سے مختلف مسائل کے جوابات دریافت کرتے تھے۔ چوتھی مجلس عام لوگوں کے لئے مخصوص ہوتی تھی۔ ان تمام مجالس میں سب کے ساتھ ان کا سلوک و برتاؤ بہت اچھا ہوتا تھا۔ ان میں ایک خاص وصف تھا کہ کسی کی دل شکنی نہیں کرتے تھے اور ہر حاجت مند کی حاجت پوری کرتے تھے' خواہ اس کی حاجت چھوٹی ہو یا بڑی۔ (۳)

سیرت و کردار

سیرت و کردار کے اعتبار سے امام لیث بن سعد اسلامی زندگی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ان جیسا جامعِ اوصاف تبع تابعین کے گروہ میں مشکل ہی سے ملے گا۔ عبداللہ بن وہب کا قول حافظ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے کہ:

> ''جو کچھ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے ان سب کو وہ اپنی زندگی میں برتتے تھے۔''(۴)

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ:

> ''امام مالک امام لیث کے جامعِ اوصاف ہونے کے بہت زیادہ معترف تھے اور امام مالک کا ان سے سلسلۂ خط و کتابت تھا۔ امام لیث مالی اعتبار سے بہت زیادہ خوشحال تھے اور مستقل طور پر ایک سو دینار سالانہ امام مالک کو بھیجا کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ ایک بار امام مالک نے امام لیث بن سعد کو لکھا کہ مجھ پر کچھ قرض ہو گیا ہے تو فوراً پانچ سو دینار بھجوا دیئے۔ ایک بار امام مالک نے امام لیث کو لکھا کہ مجھے تھوڑی سی عصفر (زرد رنگ کی گھاس) لڑکوں کے کپڑے رنگنے کے لئے بھجوائی جائے۔ امام لیث نے یہ اتنی مقدار میں بھیجی کہ انہوں نے خود بھی استعمال کی' پڑوسیوں کو بھی استعمال کے لئے دی پھر بھی بچ گئی' اور جو بچ گئی اس کو امام مالک نے ایک ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔''(۵)

اس واقعہ کو خطیب بغدادی اور حافظ ابن حجر نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ امام لیث بن سعد میں ایک اور وصف بھی تھا کہ ان سے کوئی آدمی کوئی چیز طلب کرتا تو اس کی طلب سے اُس کو زیادہ دیتے۔ مہمان نوازی میں بھی ضرب المثل تھے اور صدقہ و خیرات بھی بہت زیادہ کرتے تھے۔ ایوانِ حکومت میں ان کا بہت اثر و رسوخ تھا' لیکن کبھی بھی کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا۔ خلیفہ منصور نے ان کو عہدۂ قضاء کی پیشکش کی لیکن اسے قبول نہ کیا۔ حق گوئی ان کا خاص وصف تھا اور اس سلسلہ میں ارکانِ حکومت کی بھی پروانہیں کرتے تھے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جہاں اور بہت سے فتنے پیدا ہوئے وہاں ایک فتنہ بزرگوں پر طعن و تشنیع اور سبّ و شتم کا تھا۔ جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنا ضروری سمجھتے تھے اور جو لوگ حضرت علیؓ کے حامی تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نشانۂ تنقید بناتے تھے۔ مصر میں حضرت علیؓ کے حامیوں کی تعداد زیادہ تھی اس لئے وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تنقیص اور مذمت ہوتی تھی۔ مصر میں جب حضرت لیث بن سعدؒ کا اثر و رسوخ بڑھا تو انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حضرت عثمانؓ کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کر دیئے' یہاں تک کہ تنقیص عثمانؓ کی بدعتِ سیئہ مصر سے ختم ہو گئی۔'' (۶)

خاندان

امام لیث بن سعدؒ کا آبائی وطن اصفہان تھا' لیکن ان کے آباء و اجداد کسی وجہ سے اصفہان سے آ کر مصر میں آباد ہو گئے تھے۔ (۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذاتی حالات

امام لیث کی کنیت ابوالحرث تھی۔ والد کا نام سعد اور دادا کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ ۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ خود فرماتے تھے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو میں اس وقت سات برس کا تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ۱۰۱ھ میں ہوا۔

ابتدائی تعلیم مصر میں حاصل کی۔ بعد میں دوسرے مقامات پر جا کر اُس دَور کے معروف اساتذہ سے استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ:

وخلائق لا یحصون من الائمة (۸)

''اتنے ائمہ سے استفادہ کیا جن کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے''۔

حضرت نافع بن مولیٰ ابن عمرؓ اُن کے اساتذہ میں شامل تھے۔ امام لیث کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ مشہور تلامذہ میں عبداللہ بن مبارک' عبداللہ بن وہب اور آدم بن ایاس شامل ہیں۔

امام لیث بن سعدؒ نے ۱۷۵ھ میں مصر میں انتقال کیا۔ عمر ۸۲ برس تھی اور مصر کے مشہور قبرستان قرافہ صغریٰ میں دفن ہوئے۔ ان کے جنازہ میں ایک جم غفیر شامل تھا اور تمام لوگ غم سے نڈھال نظر آتے تھے۔ خالد بن عبدالسلام صدفی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم عبدالسلام کے ساتھ جنازہ میں شریک تھا۔ میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ جنازہ میں ہر شخص غم زدہ معلوم ہوتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟ میرے والد محترم نے فرمایا کہ بیٹا! یہ ایسے جامعِ کمالات عالم تھے کہ شاید تمہاری آنکھیں پھر ایسا عالم نہ دیکھیں۔ (۹)

حواشی

۱) الرحمۃ الغشیہ' ص ۹
۲) تذکرۃ الحفاظ' ج ۱' ص ۲۰۴
۳) الرحمۃ الغشیہ' ص ۹
۴) تاریخ بغداد' ج ۱۳' ص ۷۔
۵) صفوۃ الصفوہ' ج ۴' ص ۲۸۲
۶) تاریخ بغداد' ج ۱۳' ص ۷
۷) الرحمۃ الغشیہ' ص ۳
۸) تہذیب الاسماء' ج ۱' ص ۷۴
۹) الرحمۃ الغشیہ' ص ۹

© rasailojaraid.com